P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپیے

جلد ۱۱ | ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۵۲ع | ایڈیٹر قاضی عبدالغفار | ۲۳ شوال المکرم ۱۳۷۱ ہجری | نمبر ۱۳

کچھ اپنی باتیں

سرکاری زبان کا معیار

پارلیمنٹ کی گذشتہ نشستوں میں ہندی اور انگریزی کی کشمکش نے خاصی گرمی پیدا کردی جنوبی ہند کے اکثر ممبروں نے اس بنا پر واک آوٹ کیا کہ ایک مرکزی وزیر نے اپنی تقریر بجائے ہندی میں کی اور پھر اسکو انگریزی میں دہرایا۔ ہندی کے حامیوں کو اس بات پر اصرار تھا کہ ہندی چونکہ سرکاری زبان ہے اس لئے سب سے پہلے اسی میں تقریر ہونی چاہئے اور جو لوگ سرکاری زبان سے واقف نہیں ہیں انہیں یہہ زبان جلد سے جلد سیکھہ لینی چاہئے۔ پارلیمنٹ کی کئی نشستوں میں اسی قسم کی کشمکش جاری رہی اور ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ جاری رہیگی جب تک کہ یہہ امر طے نہ ہوجائیگا کہ ہندی زبان کس چیز کا نام ہے اور اسکا معیار کیا ہے آیا وہ زبان بھی ہندی ہے جو مولانا آزاد پارلیمنٹ میں بولتے ہیں یا صرف وہی زبان ہندی ہے جسمیں ٹنڈن جی یا سمپورنانند جی یا گوبند داس جی تقریریں فرماتے ہیں۔ در حقیقت زبان کے مسئلے میں شروع ہی سے یہہ بہت بڑی فرو گذاشت ہوئی کہ حکومت نے ہندی زبان کا کوئی معیار مقرر کرنے کی کوشش نہیں کی اور ہمارے بہت سے نیتا اپنی اپنی پسند کے مطابق ہندی کی نئی نئی صورتیں بنا کر اسے پیش کرنے لگے جس وقت دستور ساز اسمبلی کے صدر نے دستوری اصطلاحات کا ہندی میں ترجمہ کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی اور اس میں ہندستان کی مختلف زبانوں کے نمائندے طلب کئے گئے تو دو چار ہی نشستوں کے بعد یہہ حقیقت ظاہر ہو گئی تھی کہ ہندی زبان کے حامیوں کا مقصد عوام کی زبان کو جو صدیوں سے معمولی مقامی تبدیلیوں کے ساتھہ سارے شمالی ملک میں رائج تھی اس طرح بدلدینا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ سنسکرت بن جائے۔ اس کمیٹی کی جد و جہد کا نتیجہ اصطلاحات کی اس فہرست میں بالکل واضح ہے جو اب ملک کے دستور کا جز بن چکی ہے۔ اگر اسی وقت ہندی کے نادان دوستوں کو عوامی زبان کے بگاڑنے کا یہہ طریقہ اختیار کرنے سے روکا جاسکتا تو شاید

آج یہہ افراط و تفریط پیدا نہ ہوتی۔ اب تو "قومی زبان" کا ہر علمبردار اور ہر ریاستی حکومت اپنی من مانی زبان بنا رہی ہے اور یہہ کہنا مشکل ہوتا جا رہا ہے کہ کونسی زبان ہندی ہے اور کونسی نہیں ہے۔ ہندی کے حامی غالباً اس زبان کو ہندی زبان تسلیم ہی نہیں کرتے جو مولانا آزاد یا جواہر لال نہرو پارلیمنٹ میں بولتے ہیں انکے لئے عوامی زبان وہ ہے جو ریڈیو پر بولی جاتی ہے یا جو ٹنڈن جی اور سمپورنانند جی بولتے ہیں۔ ان لوگوں کے جوش و خروش کا یہہ حال ہے کہ وہ اپنی بنائی ہوئی ہندی کو دوسروں کے حلق میں ٹھونسنے کی کوشش اس زبان کے ترقی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اسکے لئے زہر قاتل ہے۔ وہ یہہ نہیں دیکھتے کہ اگر دوسری علاقائی زبانوں سے اسی طرح ٹکر ہوتی رہی تو اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہہ جھگڑا جنوب اور شمال کا جھگڑا بنتا جاتا ہے اس بڑھتے ہوئے فتنے کو روکنا بہت ضروری ہے۔

پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا آزاد نے بتایا کہ حکومت نے ان اختلافات کو رفع کرنے کے لئے ایک مرکزی ادارہ "ہندی سکشا سمیتی" کے نام سے قایم کیا ہے جسکی غرض یہہ ہے کہ دستور کے منشاء کے مطابق ہندی زبان کی شکل و صورت کا سانچہ تیار کرے۔ چنانچہ یہہ ادارہ تمام ملک کی زبانوں کے مشترک الفاظ کی ایک فہرست تیار کر رہا ہے۔ اسی کے ساتھہ مولانا نے یہہ بھی فرمایا کہ جہاں تک قومی زبان کی مختلف شکلوں کا تعلق ہے یہہ ممکن نہیں کہ مرکزی حکومت کوئی خاص نمونہ تمام ملک کے لئے لازمی کردے۔ جو کچھہ ہوسکتا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ مرکزی حکومت اپنی اشاعتوں اور مطبوعات میں ایک ایسی زبان استعمال کرے جو دستور کے منشاء کے مطابق ہو۔ اسکے بعد قومی زبان کے نشو ونما کو قدرتی حالات کے تقاضوں کے مطابق ترقی کرنے دیجائے۔ مولانا نے یہہ بھی فرمایا کہ مرکزی حکومت نے ریاستی حکومتوں کو توجہ دلائی ہے اور ریاستی حکومتوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ زبان کے مسئلے میں مرکزی حکومت کے اس ادارے سے مشورہ کریں گی۔

اس حقیقت کو ہم چھپا نہیں سکتے کہ ریاستی حکومتیں اس معاملے میں مرکزی حکومت کی ہدایات کی بہت کم تعمیل کرتی ہیں اتر پردیش کی ایک مثال تو ہر وقت ہمارے سامنے ہے جہاں تین برس پہلے وزراے تعلیم کی کانفرنس کے مقررہ کردہ اصولوں کی پوری پوری تعمیل آج تک نہ ہوسکی۔ اس لئے ہمیں اندیشہ ہے کہ مرکزی حکومت کا یہہ ادارہ بھی دستور کے منشاء کے مطابق قومی یا سرکاری زبان کا کوئی ایسا سانچہ تیار نہ کرسکے گا جو تمام ریاستی حکومتوں کے لئے قابل تسلیم ہو۔ اور یہہ فتنہ دب نہیں سکتا جب تک کہ مرکزی حکومت بنیادی اصولوں پر پوری قوت کے ساتھہ اصرار نہ کرے اور ریاستی حکومتوں کو تعمیل کرنے پر مجبور نہ کردے۔ مثلاً قومی زبان کا بنیادی اصول یہہ ہونا چاہئے کہ دوسری زبانوں کے جتنے الفاظ اسکے اندر شامل ہوچکے ہیں وہ اپنی جگہہ پر قایم رکھے جائیں۔ علمی اصطلاحات کے ترجمے جو ہوچکے ہیں انہیں کو رائج کیا جائے اور نئے ترجمے زیادہ سے زیادہ آسان زبان میں کئے جائیں۔ ان ترجموں میں جہاں تک ممکن ہو ایسی قدیم زبانوں سے جیسی کہ عربی یا سنسکرت ہیں مدد نہ لی جائے بلکہ موجودہ مغربی اصطلاحوں کو حسب ضرورت خفیف صوتی تغیرات کے بعد ہندی کی شکل میں منتقل کیا جائے۔ چند روز بعد وہ قدرتاً ہندی زبان کا جزو بن جائینگے۔ اردو کو یہہ سمجھا جائے کہ وہ ہندی ہی کی ایک شکل ہے اور اسکے الفاظ کو ان کی جگہہ سے ہٹانے کی کوشش نہ کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ ہم کسی دوسری فرصت میں اس

مسئلہ کے بعض ضروری پہلو وضاحت کے ساتھہ پیش کرینگے۔ اس وقت صرف اسی قدر طے کرنا ہے کہ جب تک مرکزی حکومت کی رہنمائی میں کوئی نمائندہ ادارہ بنیادی اصولوں کو طے کرکے قومی زبان کا کوئی سانچہ معین اور مقرر نہ کردیگا یہہ فتنہ دب نہیں سکتا اور جب تک ہندی کے فرقہ پرست حامیوں کو صحیح اصولوں سے پہلو بچا کر نکل جانے کا موقعہ ملتا رہے گا وہ ایک طرف تو خواہ مخواہ آردو کو ہندی کا رقیب قرار دیکر عوام کے دلوں میں ایک فرقہ واری سوال پیدا کرتے رہیں گے اور دوسری طرف ہندی کو حاکمانہ اقتدار کے زور سے جنوبی ہند کی زبانوں پر مسلط کرنے کی کوشش کرکے شمال و جنوب کے درمیان تفریق کا فتنہ جگاتے رہیں گے۔

ہمیں امید ہے کہ مرکزی حکومت کی ایک مضبوط پالیسی ان کم نظر لوگوں کی فتنہ انگیزی کا پوری طرح انسداد کریگی۔

ہلکے ہلکے اشارے

حیدرآباد اسمبلی میں آجکل زبان کے مسئلہ کا کافی چرچا ہے۔ ۱۲ جون کو ایک کانگریسی رکن نے مجلس کے خطیب کو توجہ دلائی کہ "گذشتہ میقات کی کارروائی پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ جو تقریریں ایوان میں بہ زبان ہندی کی گئیں انکی رپورٹ آردو رسم خط میں مرتب کی گئی حالانکہ ہندی ہند کی سرکاری زبان ہے"

خطیب نے جواب دیا کہ "کسی رکن کی تقریر کی رپورٹ کو ہندستانی یا دیوناگری رسم خط میں لکھنے کا سوال مشکل معلوم ہوتا ہے آردو ہی مقننہ کی ایک مسلمہ علاقائی زبان ہے اس لئے اگر رپورٹ آردو میں لکھی گئی تو مضائقہ نہیں معلوم ہوتا"۔

[دوسرے دن اخباروں میں اعلان کیا گیا کہ خطیب نے آردو زبان کو مسلمہ علاقائی زبان نہیں کہا تھا بلکہ صرف سرکاری زبان کہا تھا!]۔

۱۳ جون کو خطیب نے فرمایا کہ اس وقت اسمبلی میں پانچ زبانیں' انگریزی' ہندی' آردو تلنگی' مرہٹی اور کنڑی بولی جاتی ہیں۔ یہہ تو مشکل ہوگا کہ سرکاری رپورٹ ان سب زبانوں میں شائع کی جاسکے لہذا فی الوقت سرکاری رپورٹ صرف انگریزی اور آردو میں شائع کی جاتی ہے۔

۱۶ جون کو خطیب نے "اراکین سے خواہش کی کہ وہ اظہار خیال کے لئے ایسی زبان استعمال کریں جو زیادہ سے زیادہ سمجھی جاسکے"۔ خطیب نے یہہ بات اس وقت کہی جبکہ ایک تقریر تلنگی زبان میں ہورہی تھی اور کسی ممبر نے اس پر اعتراض کیا اور خطیب کو کہنا پڑا کہ وہ کوئی رولنگ دینے سے اس لئے قاصر ہیں کہ تلنگی زبان کی تقریر کا مفہوم سمجھہ نہیں سکتے!۔

غور سے دیکھئے تو زبان کا مسئلہ حیدرآباد کی اسمبلی میں ایک زلف پیچاں کی طرح الجھا ہوا ہے!۔

البتہ اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ آخرکار جب اسمبلی کے لئے ایک یا دو یا تین زبانیں مخصوص کی جائینگی تو کسی نہ کسی طرح سب سے پہلے آردو ہی خارج از شمار ہوجائے گی!!

۔۔رہی انگریزی تو وہ تو سدا سہاگن ہے۔ تلنگی ہو یا مرہٹی' ہر ایک کے ساتھہ اسکا پیوند لگ سکتا ہے! جے ہند!

—:0:—

۔۔معاصر الجمعیتہ میں حسب ذیل مراسلت شایع ہوئی ہے:۔

"کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آردو اور اس کا وہ رسم خط جو مراکش اور مصر سے جاوا اور سماٹرا تک رائج ہونے کی وجہ سے اتحاد ایشیا کی ایک

مستحکم کڑی ہے، اسے یو.پی کے ہر اسکول سے خارج کیا جا رہا ہے اور یہہ دیکھہ کر تو سینہ پھٹا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے وہ اسکول جن پر ان کا لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ صرف ہو چکا ہے انہیں بھی اردو زبان سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ہمیں ابھی بجنور سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مسلم اسکول بجنور کی مجلس انتظامیہ نے اردو زبان کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے بھی اسکول کے نصاب سے خارج کر دیا ہے اور جب اس پر بار بار احتجاج کیا گیا تو کہا گیا کہ تین ماہ بعد اردو کا دوبارہ اجراء کر دیا جائیگا۔ لیکن اس وعدہ پر بھی گیارہ ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے، مگر اردو کے خاتمہ کا رزولیوشن منسوخ نہیں کیا گیا! یہہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کسی کے بچوں کو اس کی انکھوں کے سامنے قتل کر دیا جائے اور وہ خاموشی سے کھڑا دیکھتا رہے، پھر اسی پر بس نہیں مسلم اسکول کے تقریباً سو لڑکوں سے زبردستی اردو چھڑوا کر ان کو وہ مضمون دیا گیا جس کو دوسرے درجوں کے لڑکے دو تین سال پیشتر سے پڑھ رہے تھے کاش حکومت زبان کی اس نسل کشی پر غور کرے اور اردو کے ساتھہ وہ سلوک تو نہ کرے جو آج تک کسی قوم نے کسی زبان کے ساتھہ نہیں کیا ہندی کی حمایت اور ترقی سر انکھوں پر لیکن اردو دشمنی کے جذبہ کو اب ختم ہو جانا چاہئے"

ہمیں حقیقت حال معلوم نہیں۔ معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کوئی واقف حال ذرا تفصیل کے ساتھہ اس معمہ کو حل کر سکیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

— اتر پردیش کی لیجسلیٹو کونسل میں ایک وزیر صاحب اور ایک سوشلسٹ ممبر کے درمیان ذرا بات بڑھ گئی۔ وزیر صاحب نے کہا کہ شاستری جی کی بدھی ذرا کمزور معلوم ہوتی ہے اور شاستری جی نے فوراً یہہ جواب عنایت کیا کہ وزیر صاحب کی بدھی ہی صرف کمزور نہیں بلکہ جب کبھی وہ بولتے ہیں انکی معلومات بھی بہت ناقص ہوتی ہے

— خدا جانے یہہ بیت بازی سرکاری یعنی ہندی زبان میں ہوئی یا اس زبان میں جسے ہم اردو کہتے ہیں۔ لیکن غضب یہہ ہوا کہ ایک دوسرے وزیر صاحب نے جو لیڈر آف دی ہاوس ہیں ان دونوں بزرگوں میں صلح مصالحت کرانے کا فرض انجام دیا غالب کے ایک شعر کی مدد سے۔ انہوں نے فرمایا کہ

مطلع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے

شعر بھی خالص اردو کا شعر۔ اسے کسی طرح بھی سرکاری زبان میں چپکایا نہیں جا سکتا

ہمارے وزیر اعظم کو ایسی لغزشوں پر توجہ فرمانی چاہئے۔ ورنہ اس ایکٹ کا کیا حشر ہوگا جو زبان کے متعلق گذشتہ سال ہمارے دیش کی اسمبلی پاس کر چکی ہے

انجمن کی خبریں

بمبئی

انجمن ترقی اردو (بمبئی) نے بھی اپنی گذشتہ جلسہ میں جنرل سکریٹری مرکزی انجمن قاضی عبدالغفار صاحب کے ایک مکتوب پر غور و خوض کے بعد "یوپی اردو تحریک سب کمیٹی" کے نام سے ایک سب کمیٹی منتخب کر لی ہے جس کے کنوینر جناب ظل عباس عباسی صاحب ہیں، یہہ سب کمیٹی بہت جلد اتر دیش (یوپی) کی متذکرہ اردو علاقائی تحریک کو تقویت پہنچانے کے لئے بمبئی میں اپنی سرگرمیاں جاری کر دے گی۔ توقع ہے کہ عنقریب قاضی عبدالغفار صاحب بذات خود بمبئی تشریف لے آئیں۔ حامیان و ہمدردان اردو اور بالخصوص مدیران معاصرین اردو سے پر زور اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس اہم تحریک میں انجمن ترقی اردو (بمبئی)، اور اس کی منتخبہ کمیٹی کے ساتھہ مکمل تعاون فرمائیں تاکہ دستور ہند کے مطابق یوپی میں اردو کو علاقائی زبان قرار دینے کی آئینی مہم کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو۔ انجمن ترقی اردو (بمبئی) بمبئی میں بھی اردو کی ترویج و اشاعت کے مناسب اقدامات پر غور کر رہی ہے اور امید ہے کہ جلد ہی بمبئی کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب ہو جائیگا۔

بھپورووا

۲۹ جون سنہ ۱۹۵۲ ع انجمن ترقی اردو بانسپار بھپورووا ضلع بلیا کا سالانہ اجلاس اور مشاعرہ زیر صدارت جناب شمس الہدےٰ صاحب فاروقی قیسی ایم-اے تحصیلدار رسڑا حاجی عبدالرؤف صاحب مرحوم کے صحن میں ہوا - مسعود عالم صاحب کنونر اجلاس و مشاعرہ نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے وقت کے اہم مسئلہ اردو زبان کی وضاحت فرمائی اور بتایا کہ دنیا کی تاریخ میں لسانی جبر و استبداد کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں - پھر بھی وہ زبانیں جن پر مظالم کئے گئے ہیں - اپنے بولنے والوں کی جان توڑ محنتوں کی بدولت زندہ ہیں - اور ان کا صحت مند ادب اس قوم کی تاریخ کا روشن جز ہے آپ نے یہہ بتایا کہ ہم کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہماری نمائندہ جماعت انجمن ترقی اردو ہند نے علاقائی زبان کی تحریک شروع کی ہے - ملک کے تمام حامیان اردو اس میں شامل ہیں - اور پورے اعتماد کے ساتھہ تعاون کر رہے ہیں - کانفرنس اور مشاعرے کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے - ایم احسن صاحب جنرل سکریٹری اسٹوڈنس لائبریری بانسپار بھپورووا نے لائبریری کی سالانہ رپورٹ پڑھکر سنائی - اور بتایا کہ اس وقت لائبریری میں کتابوں کی تعداد ۴۰۰ ہے - اس کے علاوہ کئی اخبار اور رسالے آتے ہیں - لائبریری کی اہمیت اور ضرورت پر اظہار خیال کرتے ہوئے رپورٹ میں اس بات کی طرف بھی اشارات کئے گئے تھے - کہ لائبریری کے استحکام کے لئے اس کی عمارت کے اور مستقل آمدنی کی ضرورت ہے - آپ نے بتایا کہ ارکین لائبریری کے پیش یہہ مسئلہ بھی ہے - کہ آئندہ سال ایک صوبائی تقریری مقابلہ اردو کانفرنس اور کل ہند مشاعرہ کیا جاوے -

کانفرنس اور مشاعرے میں جن مشاہیر اور شعراء نے شرکت فرمائی ان میں حضرت - نذیر بنارسی، جوہر بنارسی، انجم اعظمی، آصف عارفی، اور عارف بلیاوی قابل ذکر ہیں - اجلاس میں طبقہ انصار کے تقریباً ہر گاؤں کے ارباب ذوق نے شرکت فرمائی اس موقع پر انجمن ترقی اردو کے نمائندہ خصوصی جناب خیر بھپوروی صاحب بھی تشریف فرما تھے - موصوف نے اپنی تعارفی تقریر میں - زبان کی ضرورت کی وضاحت کے ساتھہ - اس کی اہمیت بتائی اور علاقائی زبان کی تحریک کو اردو کی بقاء کے لئے ضروری فرمایا -

قاری محمد تجمل حسین
جنرل سکریٹری - انجمن ترقی اردو بانسپار بھپورووا

اردو علاقائی زبان دستخطی مہم کے سلسلہ میں

مولانا سید ابوالبیان صاحب کی سرگرمیاں

دفتر نظر باغ - لکھنؤ - حامیان اردو دلچسپی لے کر اپنے ادبی ذوق کا ثبوت دے رہے ہیں ابوالبیان صاحب صدر جمیعۃ علماء شمس آباد ضلع فرخ آباد ان حضرات میں ہیں جو اپنے جوش عمل سے دوسروں کے لئے مثال ہیں - کاش چند ابوالبیان اور پیدا ہوجاتے تو بیس لاکھ دستخط بہت آسانی سے حاصل ہوجاتے

ابوالبیان صاحب نے قنوج میں کئی مرتبہ دستخطی مہم کا مرکز قایم کرنے کی کوشش کی اور آخر کار شیخ سعید الدین صاحب کو دستخطی مہم کی سرپرستی کے لئے آمادہ کرلیا ہے - شیخ صاحب پیرانہ سالی اور مسلسل بیماری کے باوجود جس تندہی اور محنت سے کام کر رہے ہیں وہ بہت سے نوجوانوں اور تندرستوں کے لئے باعث تقلید ہے -

ابوالبیان صاحب نے اس کے علاوہ بہت سے مقامات کا دورہ کیا ہے اور وہاں مرکز قایم کردیئے ہیں اور وہ مرکز مقامی پرجوش اور باعمل حضرات کی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں -

اسی کے ساتھہ ہی ساتھہ مولانا ابوالبیان صاحب مرکز قایم کرتے کرتے خود ہی دستخط حاصل کرنے لگتے ہیں مثلاً ملک پور ضلع بلند شہر سے ایک دن کی محنت میں کافی دستخط حاصل کئے اور اس سلسلہ میں اتوپ شہر میں مولانا کی سرگرمیوں کا ذکر کردینا ضروری ہے وہاں مولانا نے بااثر حضرات کے بجائے یہہ کام طالبعلموں کے سپرد کردیا ہے اور انہوں نے یہہ ذمہ داری اٹھانے کا وعدہ کیا ہے -

مولانا ابوالبیان صاحب نہ صرف خود کام کر رہے ہیں - بلکہ اپنے صاحبزادے سید ایوب علی صاحب کو دوروں پر مختلف مقامات پر بھیج رہے ہیں -

بدنیرہ

بتاریخ ۱۰ جون سنہ ۱۹۵۲ع بمقام بدنیرہ ضلع امراؤتی برار بوقت ۹ بجے شب جلسہ عام زیر صدارت عالیجناب مولوی محمد یوسف صاحب اثر برائے قیام شاخ انجمن ترقی اردو منعقد کیا گیا۔ مقامی حضرات نے کافی تعداد میں شرکت فرمائی۔

آغاز جلسہ کے بعد جناب عبدالغفار صاحب نے مختصراً جلسہ کی غرض و غائت کا اظہار کیا اس کے بعد منشی عبدالقدوس صاحب نے اردو کی تاریخ پر نہایت جامع تقریر فرمائی۔ آخر میں جناب صدر نے اردو کی ارتقا اور ترویج پر نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی۔

مندرجہ ذیل مجلس عاملہ متفقہ طور پر تشکیل پائی

۱- جناب محمد یوسف صاحب اثر صدر ۲- شیخ وزیر صاحب نائب صدر ۳- عبدالغفار صاحب نائب صدر ۴- جناب عبدالغفار صاحب نسیم ناظم ۵- شیخ ابراہیم صاحب نائب ناظم ۶- نور خان صاحب خازن۔

تقریباً ۱۱ بجے رات کو بحکم صدر جلسہ برخواست کیا گیا۔

سکریٹری

—:0:—

کچھ دوسروں کی باتیں

اترپردیش کا انداز حیدرآباد میں
(از نامہ نگار)

یہہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں کہ حیدرآباد کی حکومت نے اترپردیش کی سنت جاریہ پر عمل شروع کر دیا۔ ایک دن تو یہہ ہونا ہی تھا ۱۲ جون کو حیدرآباد کی مجلس مقننہ کے اجلاس میں اپوزیشن کے لیڈر مسٹر دیش پانڈے نے تقریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ابتدائی تعلیم مادری زبان میں ہونی چاہئے اور حیدرآباد کی چاروں علاقائی زبان کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے۔ ان چاروں میں ایک زبان اردو بھی ہے۔ انہوں نے کہا مقامی آبادی کے فائدے کے لئے ہر زبان کے کالج کھولے جائیں اور اردو کا بھی ایک کالج کھولا جائے۔

اس تقریر کا جواب دیتے ہوئے وزیر تعلیمات مسٹر پھول چند گاندھی نے فرمایا کہ یہہ صحیح نہیں ہے کہ اردو حیدرآبادی عوام کے ایک بڑے طبقہ کی زبان ہے۔ اردو کو علاقائی زبان تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جب وہ یہہ فرما رہے تھے تو مسٹر دیش پانڈے نے کہا کہ اردو ریاست کی ایک بڑی زبان ہے۔ وزیر صاحب نے فوراً جواب دیا کہ وہ کوئی بڑی زبان بھی نہیں! حیدرآباد کے وزیر تعلیم اس طرح بولے کہ گویا اترپردیش کے سابق وزیر تعلیم بول رہے ہیں! مجلس مقننہ میں وزیر تعلیم کے اس بیان کے بعد بالکل وہی صورت پیدا ہو گئی ہے جس کا مقابلہ مرکزی انجمن اترپردیش میں کر رہی ہے۔

انجمن کی کتابیں

دوسروں کی نظر میں

ادبی اور قومی تذکرے - از پنڈت کرشن پرشاد کول۔ صفحہ تقطیع ۱۸ × ۲۲ مجلد مع گرد پوش قیمت ۶ روپے آٹھ آنے۔ پتہ:- انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ۔

کول صاحب اردو کے پرانے لکھنے والے اور مشاق صاحب قلم ہیں مدت ہوئی ایک اخبار اور ایک رسالہ کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ دو تین ناولوں کے مصنف ہیں، وہ رسالوں میں بھی لکھتے رہے ہیں پیش نظر مجموعہ ان کے ۲۴ مضمونوں کا ہے۔ ۱۹۲۸ع سے ۱۹۵۰ع تک لکھے ہوؤں کا۔ ان کا اصل موضوع سیاسیات ہے۔ لیکن وہ ادب کے کوچہ سے بھی ناآشنا

نہیں، چنانچہ اس مجموعہ میں بھی سات مضمون ادبی یا نیم ادبی ہیں۔ اور سات ایسے ہیں جنہیں سیاسی کو نہیں۔ لیکن بہر حال قومیات اور قومی شخصیات ہی کے تحت میں رکھا جائے گا۔ ان کی رنگا رنگی کا اندازہ عنوانات ذیل سے ہو جائے گا۔

۱۔ ہندی اردو یا ہندوستانی، ۲۔ دیر و حرم کے قصے، ۳۔ اکبر الہ آبادی، ۴۔ لکھنؤ کا ایک لطیفہ، ۵۔ گنگا پرشاد ورما اور نیا لکھنؤ۔ راجہ رام موہن رائے اور برہمو سماج۔

کشمیری پنڈتوں میں اس پایہ کے بڑے شاعر اور نثار گزر چکے ہیں جنہیں اگر اردو کی اہل زبان کی فہرست میں رکھ دیا جائے، تو شاید بیجا نہ ہو۔ مثلاً رتن ناتھ سرشار، دیا شنکر نسیم اور برج نرائن چکبست اور ایسے تو متعدد پیدا ہو چکے ہیں۔ جنہیں افضل زبان دانوں کی صف میں جگہ بے تکلف دی جاسکتی ہے۔ مثلاً بشن نرائن، منوہر لال زتشی، برج موہن دتاتریہ کیفی۔ کول صاحب کا یہ پایہ نہیں۔ وہ "جرنلسٹ" پہلے ہیں اور ادیب بعد کو، بلکہ بہت بعد کو، تاہم ان کی خوش ذوقی اور ادب نوازی کی جھلکیاں اس مجموعہ میں جابجا نمایاں ہیں، اور مضمون لکھنؤ کا ایک لطیفہ میں تو وہ اکبر آبادی سے کہیں بڑھکر لکھنوی نظر آرہے ہیں۔

کول صاحب سیاسی اصطلاح میں لبرل پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اپنے مذہبی عقیدوں میں وہ واقعی "آزاد" یا آزاد خیال ہیں! دیر و حرم دونوں سے یکساں بیگانے، یا دونوں سے یکساں یگانے اس لئے وہ بڑی آسانی سے ترازو کے ایک پلے میں سرسید کو رکھ سکے ہیں اور دوسرے میں دیانند سرسوتی کو وہ سیاسیات و ادبیات مغرب سے متاثر ہونے کے باوجود "معاشرت" میں مشرقیت ہی کے دلدادہ ہیں۔ اور ان کا یہی رنگ ان صفحات سے جہاں جہاں ابھر رہا ہے۔ گاندھی جی اور سرسید دونوں کی یاد میں انہوں نے عقیدت کے پھول چڑھائے ہیں۔ لکھنؤ کی ایک ناقابل فراموش ہستی گنگا پرشاد ورما تھے۔ ان بیچارہ کا اب کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ کول صاحب نے اچھا کیا، کہ ان پر ایک اچھا مضمون لکھ کر ان کے نام کی زندگی کا سامان کچھ دن کے لئے اور کر دیا۔ اردو نواز کشمیری پنڈتوں میں ایک خاص توجہ رابٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو کا ہوا ہے۔ کول صاحب اپنی حسب حیثیت انہیں کی جانشینی کر رہے ہیں۔

(صدق جدید)

حیات اجمل

(مولفہ قاضی عبدالغفار صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۴۴۴ صفحات، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد ۷ روپے پتہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ)

انجمن کی اس تازہ اشاعت پر معاصر محترم معارف (دارالمصنفین اعظم گڈھ) نے حسب ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:-

حکیم اجمل خاں مرحوم جیسی جامع کمالات شخصیتیں اس زمانہ میں کم پیدا ہوتی ہیں ان کے اوصاف اور کارنامے گوناگوں ہیں، ایسی جامع کمالات شخصیت کی سوانح عمری کی بڑی ضرورت تھی، اس فرض کو مرحوم کے پرانے رفیق انیس خلوت و جلوت اور اردو زبان کے کہنہ مشق ادیب شہیر قاضی **عبدالغفار** صاحب نے ادا کیا جن سے زیادہ موزوں اس کام کے لئے دوسرا شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے یہ کتاب لکھکر قومی فرض اور حق رفاقت دونوں کو ادا کر دیا، اور اپنے زور قلم سے **حکیم صاحب** مرحوم کے کارناموں اور ان کے اخلاق و سیرت کا نہایت دلکش مرقع تیار کر دیا ہے **حکیم صاحب** کی پوری زندگی قومی و ملی کاموں میں گذری ہے، اس لئے ان کی سوانح عمری میں بیسویں صدی کے ابتدائی ۲۵،۳۰ سال کی ہندوستان کی پوری سیاسی تاریخ، اس کی آزادی کی جدوجہد اس کے مد و جزر اور مسلمانوں کی علمی و تعلیمی و مذہبی تحریکوں کی پوری سرگذشت آگئی ہے، مصنف کے حسن انشا نے کتاب کے حسن و دلکشی میں اور زیادہ اضافہ کر دیا ہے، یہ کتاب مختلف حیثیوں سے ہر محب وطن ہندوستانی کے مطالعہ کے لائق ہے"

انواع فلسفہ مترجم ظفر حسین خاں صاحب صفحات ۸۰۴ قیمت مجلد ساڑھے پانچ روپے غیر مجلد پانچ روپے- ملنے کا پتہ :- انجمن ترقی اردو علی گڈھ (یوپی)

یہہ کتاب پروفیسر ہاکنگ کی ٹائپس آف فلاسفی کا ترجمہ ہے' مترجم اپنے دور کے مشہور اور کہنہ مشق اہل قلم ہیں - جو اکثر گہری اور خالص علمی کتابوں کا ترجمہ ہی شائع کرتے ہیں - اس ترجمہ میں بھی یہہ کمال ہے کہ اگر خود مصنف بھی اسے دیکھیے تو فخر کے ساتھ اپنی طرف منسوب کرے - اصل کتاب میں ما بعد الطبیعات (میٹافزکس) نظریات علم (ایپسٹی مولوجی) عملیات اور ترکیب انواع وغیرہ مسائل پر بحث کی گئی ہے جو ۳۰ بابوں میں پھیلی ہوئی ہے -

پروفیسر ہاکنگ نے نوع اول کے تحت دھریت پر کافی بحث کی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے ذیل کا اقتباس دل چسپی سے خالی نہ ہوگا وہ لکھتے ہیں- " مخصوص سائنس جیسے طبیعات' کیمیات' حیاتیات دھریت کی موافقت یا مخالفت میں ایک لفظ منہ سے نہیں نکالتیں- اس لئے کہ ان کا موضوع کل کائنات نہیں ہے ان میں سے ہر ایک کا تعلق کائنات کے ایک جزو سے ہے- نہ فرداً فرداً اور نہ مجموعی طور پر سائنس فلسفہ کی تشکیل کرتی ہیں- ان کا یہہ بھی دعوی نہیں کہ جو اشیاء ان کے موضوع بحث سے باہر ہیں ان کا وجود نہیں اور نہ یہہ دعوی ہے کہ مجموعی طور پر انہوں نے کل حقیقت کا احاطہ کر لیا سائنس' دھریت کی دست نگر نہیں- ہاں البتہ دھریت سائنس کو اپنا مابعدالطبیعاتی رہنما بنا لیتی ہے- دھریت کی شہادت میں سائنس کو طلب نہیں کیا جا سکتا" مترجم نے شروع کتاب میں اصول ترجمہ پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جو بہت مفید ہے- آخر میں اصطلاحات فلسفہ کی فرہنگ بھی دی گئی ہے اور ان فلسفیانہ کتابوں کے نام بھی جو اردو میں طبع زاد یا ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں- زیر تبصرہ کتاب خالص علمی ہے- جو ان لوگوں کے لئے مفید ہو سکتی ہے جو فلسفہ سے دل چسپی رکھتے ہوں-

اطلاقی سماجیات از ڈاکٹر جعفر حسن صاحب' صفحات ۲۳۸ قیمت چار روپیہ آٹھ آنے ملنے کا پتہ :- انجمن ترقی اردو (یوپی)

جس طرح دوسرے علوم میں ترقی ہو رہی ہے- اسی طرح عمرانی یا سماجی علوم میں بھی معلومات کا برابر اضافہ ہو رہا ہے- اطلاقی یا عملی سماجیات میں' سماج کی فلاح و بہبود یا سماج کی خوش حالی سے بحث کی جاتی ہے- سماج کی موجودہ برائیوں اور کمزوریوں کی تحقیق کرنا' ان کو دور یا کم کرنے کے طریقوں پر بحث کرنا- اور سماجی سدھار و ترقی کے لئے نئی تجاویز پیش کرنا' عملی سماجیات کا اصلی موضوع ہے-

مصنف نے زیر تبصرہ کتاب میں آٹھ عنوانات کے تحت عملی سماجیات پر سیر حاصل بحث کی ہے- مثلاً دولت' اور خوش حالی' سماجی مرضیات' مسئلہ افلاس' عیب اور جرم کا مسئلہ تمدنی مسئلے' سماجی سیاست' سماج کاری' ہندستان میں سماج کاری پھر ہر عنوان کے تحت بہت سے ذیلی عنوانات ہیں کتاب کے آخر میں تین مفید ضمیمے بھی شامل ہیں پہلے ضمیمہ میں انگریزی اصطلاحوں کی تشریح ہے- دوسرے میں اہم کتابوں سے تعارف کرایا گیا ہے- تیسرے میں اہم ناموں اور موضوعوں کی طرف اشارے ہیں جن سے پتہ چل سکتا ہے کہ فلاں مسئلہ کتاب کے فلاں مسئلہ میں درج ہے- یہہ کتاب ہر شہری اور خواندہ کے لئے ضروری ہے- اگر اس قسم کی کتابیں کورس میں داخل کرلی جائیں تو سماجیات کا علم (سوشیالوجی) عوام کو بہت فائدہ پہنچا سکتا ہے-

(الجمعیۃ ۲ جون سنہ ۱۹۵۲ع)

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا-